چندے سے متعلق حضرت والا دامت برکاتہم کی نصیحتیں

واللہ! اختر اپنے بزرگوں کے اعتماد پر، حرم کے اندر کہتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ آتا ہے کائنات اس کی نگاہوں سے گر جاتی ہے، اس کے سامنے سلاطین کیا بیچتے ہیں۔ یہ ملاؤں کو حقیر سمجھنے والے ہوش کے ناخن لیں۔ ان کو خبر ہی نہیں کہ اللہ والوں کے قلب میں کیا نعمت ہوتی ہے۔ ورنہ تجربہ کرلو آج کسی کو گورنری مل جائے تو وہ صدر مملکت کے جوتوں پر پالش کرے گا اور اللہ والے ہیں کہ خاطر میں نہیں لاتے سلاطین کے تخت و تاج کو۔ اپنے مولیٰ کی یاد میں مست ہیں۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا
صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

جس کو اللہ ملتا ہے تو وہ ساری کائنات پر غالب ہوتا ہے اور اگر یقین نہ آئے تو بزرگوں کے اس ادنیٰ غلام کے ساتھ ایک سفر کر کے دیکھو کہ کیسے کیسے رئیس اور مالدار اس فقیر کے سامنے اور بڑے بڑے علماء عزت کرتے ہیں۔ کل جنہوں نے مجھ پر بیت العلم میں پڑھنے پر طنز کیا تھا اور مذاق اڑایا تھا کہ ''ارے تم کو کون پوچھے گا؟ بیت العلوم کو کون جانتا ہے؟'' آج علمائے دیوبند اس فقیر کی بات نوٹ کررہے ہیں خوب سمجھ لو اللہ والوں کی غلامی معمولی بات نہیں ہے۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست

ہوتا ہوں تو میں آسمانوں پر ناز کرتا ہوں ستاروں پر حکومت کرتا ہوں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اصل میں کچھ غیر تربیت یافتہ دنیا دار مولویوں نے امیروں کے دروازے پر جا جا کر چندہ مانگ کر مالداروں کا دماغ خراب کردیا، ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی دولت کا اگر پتہ چل جائے تو یہ ساری دنیا کے بادشاہ اپنے تخت و تاج ان کے قدموں میں رکھ دیں اور کہیں کہ یہ دولت جو آپ کے اندر ہے ہمیں بھی دے دو ورنہ ہم تلوار سے ابھی حملہ کردیں گے۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تلواروں سے یہ دولت نہیں ملتی، یہ تو ان کی جوتیاں اٹھانے سے ملے گی۔ جو لوگ کہتے ہیں ان بزرگ پیروں سے کیا ملتا ہے؟ میں کیا کہوں اپنے بزرگوں کی غلامی کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش دیکھ رہا ہوں ایک لاکھ قسمیں کھالوں تو بھی حق ادا نہیں کرسکتا ؎

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمن صاحب گنج مرادآبادیؒ کا واقعہ

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سرکاری مولوی رام پور ریاست کا ملازم آیا۔ شاہ صاحب اس وقت بخاری شریف کا درس دے رہے تھے اس کی بے ادبی دیکھو کہ شاہ صاحب کی تقریر کے درمیان فوراً بول پڑا کہ آپ کو نواب صاحب نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ تشریف لائے تو نواب صاحب آپ کو ایک لاکھ اشرفی نذرانہ دیں گے۔ اب مولوی سمجھا کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی ابھی شاہ صاحب کے منہ سے بھی پانی بہنے لگے گا۔ لیکن شاہ صاحب نے کیا فرمایا او مولوی صاحب! سن لاکھ روپے پر ڈالو خاک اور سنو میری بات، اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں

تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

وہ مولوی اپنا سامنہ لےکر رہ گیا۔اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کو لوگوں نے پہچانا نہیں ؎

اشقیا را دیدۂ بینا نبود

نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

بدبختوں کے دل کی آنکھیں اندھی تھیں، ان کو اچھے اور برے ایک سے نظر آئے۔میرا بھی ایک اردو شعر ہے ؎

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم

تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

یہ دردِ دل معمولی نعمت ہے؟ اگر ایک کروڑ کی سلطنت بھی شاہ صاحب کو نذر کرتا تو ان کے دردِ دل کی قیمت ادا نہ کرسکتا۔آج بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد اللہ والوں کی جوتیوں کے صدقے میں ملتا ہے، پھر مولوی مولوی ہوتا ہے مولیٰ والا، پھر اسے خود بھی احساس ہوتا ہے کہ میں رئیس الکائنات ہوں۔اللہ والا حافظ قرآن ہے، عالم ہے، گھر میں چٹنی روٹی ہے، کپڑوں پر پیوند لگے ہیں مگر اس کا دل مست ہوتا ہے کہ میں رئیس الکائنات ہوں کہ مولائے کائنات میرے دل میں ہے۔ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم شاہ صاحب بنے ہوئے ہو، شاہوں کے پاس تو خزانہ ہوتا ہے تمہارے پاس کتنا سونا ہے؟ اس نے کہا ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم

ولے دارم خدائے زر امیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے، میں فقیر ہوں لیکن میرے دل میں سونے کا خالق ہے میں ایسا امیر ہوں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا طرزِ عمل اور سلسلے کی برکات

ارشاد فرمایا کہ میرے سفر افریقہ، امریکہ، کینڈا، نیو یارک، شکاگو، ڈے ٹو رائٹ اور ایڈمنٹن میں ہورہے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے آج سارے عالم میں مجھے یہ توفیق اور سعادت اللہ پاک کی رحمت سے اور بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے میں حاصل ہورہی ہے کہ میرا سفر ہورہا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے میرے ساتھ سفر کیا ہے ان سے پوچھو کہ میری تقریر کا رنگ مالداروں کے سامنے کیا ہوتا ہے اور علماء کے سامنے کس طرح تقریر کرتا ہوں۔ جن کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ وہ کمپیوٹر سے اپنا پیسہ معلوم کرتے ہیں۔ گن نہیں سکتے۔ جو مجھے جنوبی افریقہ بلاتا ہے اس نے خود ہی بتایا کہ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ مجھے خود پتا نہیں، کمپیوٹر سے معلوم کرتا ہوں۔ لیکن اس نے میرا پیر دبایا، تو سارے علمائے جنوبی افریقہ نے کہا کہ اس کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی مولوی کا پیر دبایا ہو، لیکن آپ کے پیر کیوں دبا رہا ہے؟ میں نے کہا اس نے میرا اس لئے پیر دبایا کہ میں اس کی جیب نہیں دباتا ہوں، وہ مجھے اپنی دکان پر لے گیا تھا جو اتنی بڑی تھی جیسے ائیر پورٹ۔ اس نے مجھ سے کہا جو چیز آپ کو پسند ہو وہ لے لیں، مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میں نے کہا کہ مجھے تو آپ پسند ہیں، اگر آپ میری مجلس میں آئیں اور اللہ کی محبت کی بات سنیں تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے ساری دکان میرے نام لکھ دی۔ مولانا حسین بھیات بھی ساتھ تھے۔ آپ بتائیے کہ سفر میں میں نے کسی مدرسے کا نام لیا؟ کسی مسجد کے منبر پر، کسی جلسے میں میں نے اپنے مدرسے گلشن اقبال کا نام نہیں لیا، اس لیے کہ کہیں ان کے دلوں میں یہ وسوسہ نہ آجائے کہ اچھا ''آمدم برسرِ مطلب''۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ کی محبت ہے اگر میرے پاس مدرسہ بھی نہ ہو اور بالفرض عمارت بھی خانقاہ

کی نہ ہوتو ان شاء اللہ اختر جنگل میں بھی بیٹھ جائے گا تو دیکھنا وہاں کیا عالم ہوگا اور دیکھ لیا جنگل میں آپ نے۔ بتاؤ مولوی حسین! جب میں تالاب و دریا کے کنارے جنگل گیا ہوں تو کیا مخلوق کا ایک جم غفیر نہیں پہنچا؟ ؎

چوں بنالم چرخ ہا نالاں شوند
چوں بگریم خلقہا گریاں شوند

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر ہے اس کو میرے شیخ سناتے تھے اکثر مال میرا میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کی محبت میں روتا ہوں تو ایک مخلوق میرے ساتھ روتی ہے اور جب میں آہ و نالہ کرتا ہوں تو آسمان میرا ساتھ دیتا ہے اور ایسی جگہ پہ آہ کرتا ہوں کہ جہاں کوئی مخلوق میرے ساتھ نہیں ہوتی ؎

آہ را جز آسماں ہم دم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! جلال الدین جب اللہ کی محبت میں آہ کرتا ہے تو پوری کائنات وہاں نہیں ہوتی میری آہ کا ساتھی صرف آسمان ہے اور میری محبت کے راز کو سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا۔

ہمارے اکابر کا طریقہ

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی صاحبِ باطن چندے کے لئے دروازے دروازے نہیں پھر سکتا۔ اگر اس کے قلب میں مولیٰ ہے تو اسے غیرت آتی ہے، بتایئے! آپ نے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ دروازے دروازے پھر رہے ہوں؟ مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو زکوۃ کا دس ہزار چندہ آیا تھا مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے واپس کر دیا کہ اس سال جتنے طلباء ہیں ان کے لئے جتنی رقم سال بھر

کے لیے چاہیے وہ میرے پاس ہے اس لیے کسی اور مدرسے میں دے دو جہاں ضرورت ہو۔ مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، مفتی محمود الحسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے بانی، ہمارے جتنے اکابر گزرے ہیں آپ بتاؤ یہ رسید بک لے کر دروازوں پر گئے ہیں؟ کراچی کے ایک مشہور مولانا جن کی مسجد کراچی میں مشہور رہے، انھوں نے ہمیشہ قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لیے میٹرک پاس لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ تم لوگ پتلون پہنتے ہو پتلون ہی میں جانا تا کہ عربی پاجامے اور لمبے کرتے کی توہین نہ ہو کیونکہ تمہارا تو لباس ہی یہی ہے۔

تو انھوں نے کبھی کسی مولوی کو قربانی کی کھال کے لئے نہیں بھیجا، مسٹروں کو بھیجا کہ تم لوگ مسٹر ہو تم جاؤ گے تو تم کو حقیر بھی نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ ڈاڑھی والے کو تین چیزیں جمع کرنا بعض اہلِ فتاوی کے نزدیک مکروہ ہے۔ ڈاڑھی، رمضان اور وہ بیگ جس میں رسید بک ہوتی ہے، کیونکہ اسے دیکھ کر اہلِ مال گھبرا جاتے ہیں اور ظاہر بات ہے کسی مومن کو پریشان کرنا منع ہے۔ ایک لطیفہ بھی ہے کہ ایک مولوی صاحب نے ایک سیٹھ صاحب سے کہا کہ مدرسے میں چندہ دو تو اس نے کہا کہ بھئی دیکھو! آپ ہی لوگوں سے سنا ہے کہ کسی مومن کو اذیت دینا حرام ہے اور پیسوں کی گفتگو سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ یہ حرام کام مولانا کیوں کر رہے ہو آپ؟ آئندہ مال کی بات مت کیا کرو۔

رنگون کے ایک مولوی صاحب کا واقعہ اور حضرت تھانویؒ کا جواب

ایک مولوی صاحب رنگون گئے تھے، ان کو چندہ نہیں ملا تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے رو رہے تھے کہ حضرت اہلِ رنگون نے میرے ساتھ بہت ہی بے وفائی کی کہ چندہ نہیں دیا۔ فرمایا: مولانا! رنگون کیوں گئے تھے؟ رنگین ہونے؟ حجرے میں دو رکعت پڑھ کر روتے تو اللہ تعالیٰ غیب سے انتظام کرتے اور اگر عزتِ نفس اور عظمت دین سے کام نہ ہو تو ہرگز دین کا کام مت کرو۔ ہم

اس کے مکلف نہیں ہیں، ہم جھونپڑی میں اللہ کی محبت سکھائیں گے، آسمان کے نیچے سکھائیں گے، درخت کے نیچے سکھائیں گے، جنگل اور پہاڑوں کے دامن میں دین سکھائیں گے۔ اختر کو جغرافیائی اعتبار سے تین چیزیں عزیز ہیں: لبِ دریا، دامنِ کوہ اور سکوتِ صحرا۔ الحمدللہ کوئی یہ بات ثابت نہیں کرسکتا کہ اختر یا اس کی اولاد کسی کی دکان پر گئے ہوں۔ بتاؤ دین کا کام ہورہا ہے یا نہیں؟ یہ میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا طرزِ عمل

ہمارے شیخ کی مسجد پھولپور میں آج بھی نور میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جہاں حضرت کئی کئی گھنٹے روزانہ کبھی پانچ پارے کبھی دس پارے، قصیدہ بردہ مکمل، مناجات مقبول کی ساتوں منزلیں زبانی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت نے مسجد کے ایک حصہ پر چھت ڈالی تھی دوسرے حصہ میں چھت نہیں تھی، تہجد عموماً اسی حصہ میں پڑھتے تھے پوری زندگی اس میں گذاردی اور وہیں سے پاکستان ہجرت کی۔ مگر کبھی کسی سیٹھ سے نہیں کہا کہ یہ چھت خالی ہے اس پر چھت ڈالنا ہے۔ اپنی زندگی میں میں نے حضرت کو دیکھا بڑے بڑے نوابوں نے بلایا ریاست رام پور کے نواب ہوں یا نواب چھتاری ہوں، حضرت والا سب سے مستغنی رہے میں نے خود دیکھا کہ حضرت کے رعب کی وجہ سے نواب چھتاری کے ہونٹوں پر لرزش تھی۔ زندگی اسی درویشی میں گذاردی، بڑے بڑے مالدار بھی آتے تھے، مگر واہ رے میرے شیخ عجیب وغریب حالات تھے یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا کہ اے پھولپور والو! مولانا کے مدرسے کو چندہ دو، ان کا نام عبدالغنی ہے۔ یہ کسی سے نہیں کہیں گے کہ تم چندہ لاؤ۔ لیکن یاد رکھو اگر تم لوگوں نے چندہ نہ دیا تو تمہاری گردن قیامت کے دن پکڑی جائے گی۔

یہ بات شیخ نے مجھے سنائی اور میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ جو بات میری

زبان سے سنو گے چاہے کوئی کتنا ہی بڑا مقرر ہو لیکن چونکہ وہ ساتھ نہیں رہا لہٰذا روایت درروایت میں روایت کی صحت اور معانی کا صحیح تحفظ مشکل ہوتا ہے اور میں چونکہ بڑی للچائی اور بہت ہی حرص اور طمع کے ساتھ حضرت کی بات سنتا تھا میری آنکھیں بھی شیخ پر حریص تھیں اور کان بھی حریص تھے کہ کوئی لفظ نہ رہ جائے، لہٰذا میرے شیخ نے مجھے سنایا کہ حکیم الامتؒ سرائے میر تشریف لائے تھے اور فرمایا کہ اس مدرسے کا نام بیت العلوم رکھتا ہوں، اللہ اس کو دارلعلوم بنادے اور یہ مصرع پڑھا ۔

ہر کجا پستی ست آب آں جا رود

جہاں پستی ہوتی ہے پانی اسی جگہ آجاتا ہے اس لئے جو تواضع سے رہتا ہے اسی کو اللہ ملتا ہے اور جو اکڑ کر رہتا ہے، اہل اللہ سے مستغنی رہتا ہے اس کو اللہ نہیں ملتا اور حضرت حکیم الامت نے پھولپور کے لیے فرمایا کہ پھول کے لفظ کی رعایت سے پھولپور کے مدرسہ کا نام روضۃ العلوم رکھتا ہوں پھولپور کی مناسبت سے۔ پھر عوام سے فرمایا کہ بھئی! عبدالغنی ہے ان کا نام، ان سے امید مت رکھنا کہ یہ تم سے مانگیں گے۔ واقعی میں نے ساری زندگی دیکھا کہ کبھی کسی سیٹھ سے سوائے دردِ دل اور اللہ کی محبت کی باتوں کے ان کی زبان سے پیسے کا نام نہیں سنا۔ اگر کوئی اس زمانے کا شمس الدین تبریزی ہوسکتا تو وہ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوتے۔

بعض مہتمم حضرات کے طرزِ عمل پر نکیر

ارشاد فرمایا کہ جتنی چادر ہے اتنے پاؤں پھیلاؤ، جتنی استطاعت ہے اس کے بقدر دین کا کام کرو۔ یہ کیا کہ طلباء سے مدرسہ بھر لیا اور چندے کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں، جو مالدار آیا اس سے کہا: دیکھو! اس سال طلباء زیادہ لے لئے ہیں، بجٹ میں پیسے بھی نہیں ہیں ذرا مدرسہ کا خیال رکھنا، یہ کیا ہے؟ اگر دل میں نسبت مع اللہ نہیں ہے تو بجائے اللہ کی محبت کے درد کے تمہاری

زبان سے طلبِ زر اور مال کی طلب نکلے گی۔ اور یہاں تک کہ اگر اس مال دار نے کرتے کے اندر ہاتھ ڈال کر کھجلایا تو وہ سفیر سمجھے گا کہ کوئی بڑا نوٹ نکالنے والا ہے۔ ایک سفیر نے خود بتایا کہ ایک سیٹھ سے میں نے کہا کہ چندہ لاؤ تو اس کے کھجلی لگ گئی۔ اس وقت اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا کھجلانے کے لیے سفیر صاحب سمجھے کہ بڑی جیب ہے کوئی بڑا نوٹ نکالے گا لیکن جب اس نے خالی ہاتھ نکالا تو اتنا غصہ آیا کہ بس۔ دوستو ہم نے تو اپنے شیخ سے یہ سیکھا ہے کہ پیٹ میں چٹنی روٹی ڈال لو مگر اہلِ مال سے مستغنی رہو۔ میں واللہ کہتا ہوں جو مہتمم کتنا ہی بڑا خلیفہ ہو لیکن اگر کبھی اس نے مالداروں سے چندہ کے لیے کہا تو اس سے دین کی بات لوگ نہیں سنیں گے، بلکہ صورت دیکھتے ہی ڈر جائیں گے کہ آ گئی کالی بلا، یہ پھر کچھ مانگے گا۔ بس اللہ کی محبت سکھانے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دو، شعبہ تزکیہ نفس بہت حساس مضمون ہے۔ اللہ کی محبت سکھانا بہت حساس مضمون ہے یہ اتنا نازک مضمون ہے، یہ اتنا مبارک مضمون ہے کہ اس کے ساتھ چندہ اور طلب زر جمع نہیں ہو سکتے۔ بتایئے اگر دن بھر کوئی چندہ مانگے اور کسی رئیس سے کہے کہ میرا بیان کراؤ تو رئیس سنے گا اس کی بات؟ رئیس تو کیا عوام بھی ایسے مولوی کی بات نہیں سنتے۔

ایک عالم کا افسوسناک واقعہ

میں نے ڈھاکہ میں ایک محدث کے لئے ایک رئیس سے کہا کہ یہ بہت بڑے محدث ہیں آپ ان کے مدرسے میں جا کر خود چندہ دے دیں۔ کیونکہ انھوں نے مجھے بتایا کہ ہے وہ مقروض ہیں۔ اس رئیس نے کہا کہ ان محدّث صاحب سے کہئے گا کہ وہ آ کر میرے گھر سے پیسے لے لیں۔ میں نے کہا کہ آپ گھر کیوں بلا رہے ہیں؟ کیا اس میں دین کی عظمت ہے؟ کہا نہیں وہ ہر مہینہ رسید بک لے کر خود آتے ہیں۔ تو آپ ہی بتایئے یہ کیا ہے؟ بس ہم کچھ

نہیں کہتے ہیں، جن کے نزدیک اس طرح سوال کرنا جائز ہے وہ جانیں مگر اختر نے جو اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے کہ اُمراء کے سامنے استغنا سے رہو لیکن جو لوگ میرے مزاج سے واقف ہیں اور بعض دفعہ میرے ساتھ سفر میں رہے ہیں، افسوس ہے کہ میرے مزاج کی رعایت نہیں کرتے، ان سے کہتا ہوں میرے مزاج کے خلاف کوئی بات ایسی میرے کان میں مت ڈالو کہ جس سے میں تمہاری محبت میں مجبور ہو کر لوگوں کو توجہ دلاؤں یہ میری غیرت اور میرے دینی مزاج کے خلاف ہے۔

علمائے کرام کے لیے آبِ زر سے لکھنے کے قابل بات

آپ بتائیے! سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی میں ڈیڑھ سال تک زمین کے اوپر آسمان کے نیچے روزانہ دوستوں کے ساتھ نوافل پڑھ کر دعا کی کہ یا اللہ یہاں خانقاہ کے لیے کوئی یزمین دلوا دیجئے جہاں اللہ کا نام لوں اور دوستوں کو تصوف اور آپ کی محبت سکھاؤں۔ مگر میں نے اس کے لئے کوئی اعلان نہیں کیا کہ مجھے خانقاہ کے لیے پیسے دو۔ تو بھئی میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سیکھا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے لئے مامور فرمایا ہے وہ بہت محتاط رہیں۔ چاہے کوئی کتنا ہی خاص ہو، اخص الخواص ہو اس سے بھی کبھی سوال نہ کریں ورنہ اس کے قلب سے بھی ایسے عالم کی عظمت ختم ہو جاتی ہے۔ دو لفظ میں نے علماء کو بتائے کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین سے کام کرو یہ دو لفظ یاد کرلو، ڈائری میں نوٹ کرلو کہ عزتِ نفس اور عظمتِ دین۔ کوئی تمہارا خاص سے خاص بھی ہو، اس سے بھی نہ کہو تجربہ یہی ہے کہ جو مستغنی رہتا ہے لوگ اس کے دردِ دل کی بات سنتے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ہم بڑا مدرسہ بنائیں اور سوال کر کے اپنے دردِ دل کو مٹی کریں۔ جس کو سو دفع غرض ہوگی انشاء اللہ ہم اسے دین سکھائیں گے، باقی جو اس کام کو دوسرے انداز سے کر رہے ہیں ان پر میرا کوئی اعتراض

نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کے مختلف حالات ہیں۔ لہٰذا ہم سب علماء کی عظمتوں کو علیٰ الرأس والعین رکھتے ہیں۔ مدارس کا وجود یقینا بہت ضروری ہے، لیکن ہم کو جو تعلیم دی گئی میں وہی تعلیم پیش کررہا ہوں۔ جس کو اس تعلیم سے مناسبت نہ ہو وہ میری تعلیم کو چھوڑ کر دوسرے طبقے سے تعلق کرلے لیکن میں نے جو سبق لیا ہے وہ یہی لیا ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔

استغناء کی برکات کا واضح ثبوت

کتنے سال سے میں جنوبی افریقہ جارہا ہوں۔ کتنے بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کبھی میں نے بتایا ہو کہ میرا ایک مدرسہ بھی ہے۔ یہی میں نے شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے۔ ان شاء اللہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام قیامت تک روشن رہے گا۔ اگر مالداروں سے ربط ہوتا، تو نام ختم ہوجاتا۔ اگر کسی سے مدرسہ نہ چل سکے تو استعفیٰ دے دو یا مدرسہ بند کردو لیکن امیروں کے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ۔ صاحبِ باطن کو بہت زیادہ حساس رہنا چاہیے اور دیکھو اسی کی برکت سے کام ہورہا ہے۔ اور مجھے طبعی طور پر اسی ذوق سے مناسبت ہے۔ اور میرے بزرگوں کی برکت ہے کہ جنوبی افریقہ میں تربیت یافتہ کتنے لوگ اس ذوق کے نتیجے میں میرے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ ہوئے میں اللہ تعالیٰ کا شکرگذار ہوں اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ سمجھتا ہوں۔

اللہ والوں سے چندے کی سفارش کرانے کی قباحت

مجھے کوئی مالیاتی معاملے میں مجبور نہ کرے۔ یعنی بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے مریدوں میں سے سیٹھ لوگوں کو ایک خط لکھ دیں، کوئی کہتا ہے ٹیلی فون کردیں، کوئی کہتا ہے چندے کی سفارش کردیں۔ میں نے کہا میں اپنے لئے نہیں کرتا تو کسی کے لیے کیوں کروں؟ میں چھ سال تک مقروض رہا

ہوں۔ جب خانقاہ بنی تھی مجھ پر چھ لاکھ روپے کا قرضہ تھا۔لیکن یہ طریقہ کہ چندے کی سفارش کرنا اور مالداروں کے دَر پر جانا، بھائی! میرے حلق سے نہیں اترتا۔اس لئے میں نے اپنے ایسے دوستوں سے کہا کہ مجھے چندے کے لئے مجبور نہ کرو، مجھ سے کبھی مت کہ اتنے روپے کا انتظام کردو۔اس بات سے میرے قلب کواختلاج شروع ہوجاتا ہے،میرے مزاج کوسخت دھچکا لگتا ہے، کیونکہ جب میں اپنے لئے ہی چندہ نہیں کرتا تو دوسروں کے لیے کیوں ذلت اُٹھاؤں؟ ہم مہتمم لوگ تو خود غم میں اور ہزاروں ہموم میں رہتے ہیں۔لیکن اس کے لئے نہ میں اپنے لئے چندہ کرنا چاہتا ہوں نہ مجھے کوئی علماءدین میں سے مجبور کرے۔

اہل اللہ کی اصل میراث اُن کا دردِ دل ہے

یہ بتارہا ہوں کہ اہلِ علم حضرات سے بہت ہی مؤدبانہ گذارش ہے کہ اللہ کے لئے کوئی مجھ سے رقومات اور مالیاتی گفتگو نہ کرے کہ میرے لئے اتنا انتظام کرو، جو میں نے زندگی بھر سیکھا، اللہ کی محبت سیکھی، یہ مجھ سے سیکھنا ہے تو میرے ساتھ رہو ورنہ مجھے متروکِ عنادل قرار دے دو۔ پھول مرجھا جاتے ہیں تو سارے بلبل بھاگ جاتے ہیں۔ان کا نام متروکِ عنادل رکھا ہے۔ مجھے متروکِ عنادل قراردے دولیکن جو بات میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھی ہے وہ سکھاؤں گا۔وہ میراث حاصل کرو جواختر نے اپنے بزرگوں سے پائی ہے۔ پیسہ اور ساری دنیا، پوری کائنات اگر اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو خدا کسی کافر کوایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا:

((لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْہَا شَرْبَۃً))

(مشکاۃُ المصابیح، کتابُ الرقاق، ص:۴۴۱)

آج مچھر کا پر مجھ سے مانگ رہے ہو۔ میرے ساتھ سفر کر کے دیکھو کہ دریاؤں کے کنارے، تالابوں کے کنارے، درختوں کے جھرمٹ میں صحراؤں میں اور

پہاڑوں کے دامنوں میں میں نے اللہ کا نام لیا ہے یا سیٹھوں سے مچھر کا پر طلب کیا ہے؟ سچ کہتا ہوں کہ جو مزہ مجھے صحراؤں میں آتا ہے وہ مجھے شہر میں نہیں آتا، میرا ذوق یہ ہے ؎

آہ را جز آسماں ہم دم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

میرے بیٹے مولانا مظہر سلمہٗ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہیں۔ وہ کبھی کبھی مقروض بھی ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو جزائے خیر دے، کبھی اس نے نہیں کہا کہ ابا آج کل میں مقروض ہوں، کسی مرید سے، آپ اہلِ خیر سے کچھ اشارہ کر دیں تاکہ میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ مدرسہ وہی چلاتا ہے، یہ جو ڈیڑھ ہزار طلباء ہیں اس میں حافظ اور عالم ہو رہے ہیں، اس مدرسہ سے میرا تعلق مولانا کی محنتوں سے ہے۔ میرا تو وہی ذوق ہے کہ جہاں کسی ملک نے اللہ کی محبت میں بلایا فوراً پاسپورٹ ویزا لگوایا اور کبھی لندن، کبھی کنیڈا اور کبھی انگلینڈ روانہ ہو گیا۔

سارا عالم حضرت والا کے دردِ دل کا قدردان ہے

ایڈمنٹن والوں سے میں نے کہا جو کینڈا کا بڑا شہر ہے۔ میں تم سے چندہ مانگنے نہیں آیا ہوں۔ ہم تمہارے لئے ایڈمن یعنی دل کی امداد لایا ہوں، ایڈ معنیٰ مدد اور من معنیٰ دل اور ٹن معنیٰ خوشی۔ ایڈمنٹن میں تمہارے دل کی خوشیوں کا ایڈ یعنی امداد لایا ہوں۔ میں اللہ کی محبت سکھانے آیا ہوں۔ میرے دردِ دل کو غنیمت جان لو۔ مجھے اس سے نیچی چیزوں پر مت مجبور کرو، کیونکہ میں عزت نفس اور عظمت دین پر عمل کرتا ہوں، جنوبی افریقہ کے علماء کو یہی دو لفظ سکھائے کہ عزت نفس اور عظمت دین کے ساتھ جتنا کام کر سکو کرو ورنہ کام نہیں کرو۔ مولانا مظہر میاں سے بھی میں نے کہا ہے کہ مدرسہ اتنا چلاؤ جتنا عزت نفس

اور عظمت دین سے چلے اور بابا سے یہ توقع نہ رکھنا کہ تم کہہ دو کہ آج کل مقروض ہو گیا ہوں اور باپ سب مریدوں کی جیب تلاش کرے۔ اس مضمون سے مجھے دور رکھو اللہ کے لئے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا درد بخشا ہے کہ سارے عالم میں جہاں بھی جارہا ہوں اس وقت ساری دنیا میرے درد کی خریدار ہے۔

شیخ کے ساتھ معاملہ کا ایک سبق

دیکھیئے! ایک بات کہتا ہوں کہ ایک زمانے تک مجھ پر قرضہ تھا۔ حضرت شیخ کے حکم پر چھ سال تک خانقاہ تعمیر ہوئی میں نے ایک دفعہ حضرت والا ہردوئی سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ میرا قرضہ ادا ہو۔ بس حضرت نے کہا دعا کرتا ہوں۔ دوسری دفعہ لکھا تو وہاں سے بڑا اکڑوا جواب آیا کہ خبردار! آئندہ سے اب مت لکھنا، دعا کے لئے بھی مت لکھنا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ عجیب جلالی شیخ ہے، لیکن معلوم ہوا کہ واقعی شیخ کو بار بار نہیں کہنا چاہیے۔ اس میں ایک قسم کا انشائیہ تو ہے، مگر اس میں دوسرا رخ بھی ہے کہ شیخ کو مجبور کیا جارہا ہے کہ شیخ کو اتنا پریس (Press) کرو کہ وہ کسی پریس والے کے پاس جائے کہ چھاپو نوٹ۔ تو میرے کان کھڑے ہو گئے وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ میں نے کبھی مالیاتی معاملے میں شیخ سے دعا بھی نہیں کروائی اور سندھ بلوچ میں کتنی زمینیں خرید رہا ہوں لیکن میں نے شیخ سے کبھی نہیں کہا کہ حضرت! دعا کر دیجئے کہ فلانی زمین بہت اہم ہے اس کے لئے پیسے کا انتظام ہو جائے۔ میں نے سوچا بھئی! دعا کی درخواست کر کے ایک دفعہ مزہ چکھ لیا۔ معلوم ہوا کہ اس معاملے میں شیخ کو استعمال کرنا صحیح نہیں۔ جو اس کے پاس اللہ کی محبت کا تربوز ہے اس کو یوز (use) کرو۔ لہٰذا دوسرے معاملات میں اس کو مت چھیڑو۔ یہ اس کی قدر و منزلت ہے۔ اگر کسی کے پاس ایک کروڑ کا موتی ہے تو اس سے ہلکی اور ادنیٰ چیزیں مت مانگو۔ عزت نفس اور عظمت دین کی خاطر اپنے شیخ کو، اپنے

بڑوں کو مجبور مت کرو جس کی وجہ سے ان کی زبان تمہاری محبت میں مغلوب ہو کر کہیں کھل نہ جائے اس سے بہتر ہے کہ مدرسہ کم کر دو اور استطاعت نہ ہو تو کام نہ کرو۔ جھونپڑی میں رہ کر دین کا کام کرو مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

حضرت والا کی شانِ استغناء

میرے شیخ حضرت پھولپوری نے ایک جھونپڑی بنائی تھی۔ جو بانس اور پھونس کی تھی اس میں بیٹھ کر حضرت پانچ پانچ پارے تلاوت کرتے تھے۔ کوئی شیروانی ہو یا نواب کا بچہ ہو آؤ اسی جھونپڑی کے نیچے بیٹھو اور عبدالغنی سے دین سیکھو، استغناء سے رہو۔ میں نے اپنے شیخ سے یہی سیکھا ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ مجھے سارے عالم میں لے چلو بس مالیاتی معاملے میں مجھے مت اُلجھاؤ۔ مجھ سے جنوبی افریقہ میں میرے بعض پیر بھائیوں نے کہا کہ آپ چندے کے لیے کسی سے نہ کہیے مگر ہم آپ کے مدرسہ کے لیے چندہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میری موجودگی میں آپ ہرگز ایسا نہ کریں۔ لوگ کہیں گے کہ یہ خود تو منبر پر خاموش ہے، اللہ کی محبت کا درد سکھا رہا ہے لیکن اپنے ایجنٹ چھوڑے ہوئے ہیں جو مال گھسیٹ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ اچھا تمہارے جانے کے بعد ہم چندہ کر کے بھیجیں گے۔ میں نے کہا جانے کے بعد بھی چندہ مت کرنا، اس لئے کہ جانے کے بعد اگر تم کہو گے کہ فلانے جو آئے تھے ان کے مدرسے کے لئے چندہ دو تو پھر لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس مرغے نے اپنی ککڑوں کوں سنائی مگر مرغیاں چھوڑ گیا جو کٹ کٹ کٹاک کر رہی ہیں۔ اور ہر طرف کٹ کٹ کٹاک کر کے اسٹاک جمع کر رہی ہیں۔ آج ان کے دلوں میں میری کتنی عزت ہے۔ چندہ کی طلب سے سب خاک میں مل جائے گی اور پھر وہ مجھ سے دین کی بات نہ سنیں گے میں اپنے دردِ دل کو دنیا کے عوض فروخت نہیں کر سکتا۔ مولانا نے کہا کہ آپ نے تو کمال کر دیا۔ میں نے کہا یہ میرا کمال نہیں یہ

شاہ عبد الغنی کا کمال ہے۔ کیا کہیں ! اُنھوں نے اپنی آہ و فغاں کے سوا کبھی کسی سے اس قسم کی گفتگو نہیں کی۔ لیکن اللہ نے ان کی عزت رکھی۔ اللہ کی رحمت سے مدرسہ چلتا رہا اگرچہ غریب تھا۔ مگر اس غریبی سے جو لوگ پیدا ہوئے اور جو نور عطا ہوا کیا کہنے۔ اب آج کل اسی مدرسہ بیت العلوم میں ناشتے بہت مل رہے ہیں مگر مجھے میرے مدرسے میں بے ناشتہ رکھا، لیکن میں اسی میں خوش تھا۔ میرا ناشتہ مناجات مقبول، نماز اشراق اور میرے شیخ کا بتایا ہوا ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ تھا اور کوئی ایک قطرہ چائے نہیں دیتا تھا، باسی روٹی بھی نہیں ملتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پورے مدرسے میں مجھے جو تجلیات و انوارات حضرت شاہ عبد الغنی کے نظر آتے تھے وہ کسی کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ مولانا سجاد صاحب نے تقریر میں وہاں کہا یہ طالب علم ہے جس نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ لیکن میں آج اس تربیت پر اور ان مجاہدات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اے میرے پالنے والے اللہ ! تیری ادائے محبوبیت پر اختر فدا ہے۔ جوانی میں مال و دولت آجائے اور شہوات اور نفسانیت کی طغیانی ہو تو کیا ہوگا۔ تنگی میں رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جس سے میری جوانی محفوظ رہی، اس وقت تنگی کی وجہ سے ہم پیر چنگی بن گئے۔

(حضرت والا کی طبعی ظرافت کی وجہ سے
اس طرح کے شگفتہ جملے بے اختیار نکل جاتے ہیں۔ مرتب)